اختر الایمان کی نظم"ایک لڑکا": تنقیدی جائزہ

شبانہ ناز [1]، ڈاکٹر رابعہ سرفراز **

Abstract:

"In this essay the epic poem of "Akhtar-ul-Emaan" "Aik Larka" is analyzed erotically. In this poem Akhtar-ul-Emaan has depicted imaginatively, an incident of his childhood. "Aik Larka" is a beautiful epic poem as far as characterization is concerned. The main character of "Aik Larka" is also the conscience of the poet that realizes him again & again & asks him, Are you really Akhtar-ul-Emaan? In this epic The poem poet has narrated his past in such a way as no one can presume that Akhtar-ul-Emaan can not forget that "Aik Larka" whom he had seen in his childhood. He lives along with him the whole life and keeps on asking him if he is really Akhtar-ul-Emaan. In this essay the above mentioned information is given.

Key words: Poem, Akhtar-ul-Emaan, Aik Larka, childhood, character."

اختر الایمان جدید اُردو نظم کے بنیاد سازوں میں شامل صف اول کے شاعرہیں ان کا سرمایہ شعری زیادہ تر نظموں کی صورت میں ہے۔ اگرچہ انہوں نے ابتدا میں کچھ غزلیں بھی کہی تھیں لیکن وجہ شہرت نظم گوئی ہے۔ان کی تحقیقی کاوشوں کی داستان تقریباً نصف صدی کے طویل عرصے کا احاطہ کرتی ہے۔ اس نصف صدی میں اردو کی شعری تاریخ نے ادبی رجحانات، میلانات اور تحریکات کے متعدد رنگ و روپ دیکھے۔ ان کا شعری سفر کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی جانب گامزن رہا انہوں نے خوبصورت نظمیں تخلیق کیں۔ انہوں نے مختصر نظمیں بھی کہی ہیں اور طویل ن ظمیں بھی۔ ان کی طویل نظمیں اردو کی کامیاب ترین، موثر ترین شاہکار نظموں میں سے ہیں۔ مثلاً "مسجد"، "خاک و خون"، "یادیں"، "پگڈنڈی" ایک لڑکا۔

ان کی نظموں کے بارے میں محمد آصف زہری لکھتے ہیں:

> "اختر الایمان نے اپنی ابتدائی نظموں میں علامتی انداز اختیار کیا اور نظم کے کردار و مناظر کو وسیع تر حقیقتوں کا استعارہ بنا دیا۔ لیکن بعد میں علامتی طریقہ کار کو نظر انداز کر کے براہِ راست ، مکالماتی اور عوامی زبان سے اپنی نظموں کو فکری گہرائی اور جدید اردو نظم کے فن کو ایک نئی جہت عطا کی۔"(۱)

اختر الایمان کی شاعری کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شاعری فطری شاعری ہے ان کی نظموں میں ان کا ذاتی تجربہ بہت واضع دکھائی دیتا ہے جب انہیں ماضی کی یادیں ستاتی ہیں تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا غم و الم ان کی ذات کا حصہ رہا۔ اختر الایمان کی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر روشن کاظمی رقمطراز ہیں:

> "جب ہم اختر الایمان کی شاعری کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ اختر الایمان فطری طور پر شاعر ہیں، ان کا ذاتی غم حیات انسانی کے گہرے تجربے، کار ہین منت ہے اس لیے شعورِ ذات اور عصری آگہی ان کی نظروں میں رچی بسی نظر آتی ہے۔ ان کے اعتقادات جو بھی ہیں ۔ لیکن وہ اپنی نظموں میں کسی مخصوص نظریہ حیات کی

---

[1] پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

تبلیغ نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی نظموں میں ان کا ذاتی شعور بہت واضح نظر آتا ہے۔ انہیں زمانے نے بہت سبق دیئے ہیں اس لیے بھڑکتی ہوئی آگ امن بچا کر نکل جانے کا انداز ان کی نظموں میں نمایاں ہے۔"(۲)

اختر الایمان کی طویل نظم "ایک لڑکا" ان کے تخلیقی سفر میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس نظم کے چار غیر مساوی بند ہیں۔ یہ نظم اپنی ہیئت، ساخت اور الفاظ کے عمدہ چناؤ کی وجہ سے متاثر کن ہے۔ یہ نظم ڈرامائی اور ساختیاتی طنز کی بھی بہترین مثال ہے۔ نظم "ایک لڑکا" کی ساخت اور اسلوب کے بارے میں پروفیسر ابو الکلام قاسمی لکھتے ہیں:

"ایک لڑکا میں نظم کی پوری ساخت بھی طنزی ہے اور اس کا ڈرامائی اسلوب بھی۔ اس طرح اس نظم کو ساختیاتی طنز اور ڈرامائی طنز دونوں کا نمائندہ قرار دیا جا سکتا ہے اس لیے کہ نظم کی ساخت میں فردِ واحد کے کردار سے معصومیت اور زمانہ شناسی کی نمائندگی کرنے والے دو کرداروں کو اس طرح سے اخذ کر لینا کہ معصوم کردار بار بار ایک طنزیہ سوال کے ذریعے پوری نظم کو طنزیہ لب و لہجے سے ہم آہنگ رکھے۔ یہ بات بجائے خود ساختیاتی طنز کی عمدہ مثال بن جاتی ہے۔"(۳)

نظم "ایک لڑکا" کرداری نظم ہے اس نظم میں لڑکے کو بطور علامت استعمال کیا ہے۔ اس نظم کا موضوع انسانیت ہے۔ ماضی کی یادوں نیز حال سے وابستہ تلخ حقائق اور تجربات کے مابین ٹکڑاؤ اور تصادم سے عبارت ہے۔ یہ نظم وسیع تر اور پیچیدہ مسائل کا عکس اور گہری بصیرتوں کا انکشاف بھی ہے منفرد شعری اسلوب نے اس نظم کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔ اس نظم کے بارے میں باقر مہدی لکھتے ہیں:

""""ایک لڑکا"میں اختر الایمان کا فن بھی زیادہ بھرپور اور انفرادیت بھی زیادہ اُبھر کر آتی ہے اس نظم کا موضوع ضمیر ہے اور اس کو ایک لڑکا کی علامت کے ذریعے انہوں نے آج کے سرمایہ دارانہ نظام پر بڑا کاری وار کیا ہے یہ بھی فلسفیانہ خیالات کی ترجمانی کرتی ہے۔"(۴)

"ایک لڑکا"نظم کے بارے میں اختر الایمان نے"یادیں"کے پیش لفظ میں بتایا کہ اس نظم کا محرک کیا ہے اختر الایمان اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"نظم "ایک لڑکا" پہلی بار میں نے موضوع کے طور پر محسوس نہیں کی تھی، تصویر کی شکل میں دیکھی تھی ۔ مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہا ہے اور یہ واقعہ ہی اس نظم کا محرک ہے۔ ہم ایک گاؤں سے منتقل دوسرے گاؤں میں جا رہے تھے اس وقت میری عمر تین چار سال ہو گی ہمارا سامان ایک بیل گاڑی پر لادا جا رہا تھا اور میں اس گاڑی کے پاس کھڑا اس منظر کو دیکھ رہا تھا میرے چہرے پر کرب اور بے بسی تھی اس لیے کہ میں اس گاؤں کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا کیوں؟ یہ بات میں اُس وقت نہیں سمجھتا تھا۔ وہاں بڑے بڑے باغ تھے۔ باغوں میں کھلیان پڑے تھے۔ کوئلیں کوکتی تھیں، پپیہے بولتے تھے۔ وہاں جوہر کھلتے تھے، جوہر میں کنول اور نیلوفر کھلتے تھے۔ وہاں کھیتوں میں ہرنوں کی ڈاریں کلیلیں کرتی نظر آتی تھیں، وہاں وہ سب تھا جو ذہنی طور پر مجھے پسند ہے۔ مگر وہ معصوم لڑکا اس گاڑی کو نہیں روک سکا میں اس گاڑی میں بیٹھ کر آگے چلا گیا مگر وہ لڑکا وہیں کھڑا رہ گیا پھر اس لڑکے کو میں نے اکثر اپنے گرد و پیش پایا۔"(۵)

اس نظم کا محرک تو وہی ہو گا جو اختر الایمان نے بتایا ہے لیکن نظم کا اصل موضوع ماضی کی یادیں ہیں۔ شاعر نو سٹلجیا کا شکار ہے۔ وہ اس نظم کے ذریعے اپنے ماضی میں کھو جاتا ہے۔ اردو شاعری میں اکثر شعرا اپنے ماضی میں کھوئے رہتے ہیں جیسا کہ ناصر کاظمی کی شاعری بھی نوسٹلجیا کا شکار ہے ناصر کاظمی بھی ماضی میں کھوئے رہتے ہیں۔ ایسے ہی اختر الایمان بھی ماضی کے جھروکوں میں کھوئے رہتے ہیں انہوں نے نظم "ایک لڑکا" کو بھی اپنے بچپن کے واقعہ سے تخلیق کیا

ہے جو اس نظم کے تخلیق کا محرک ہے۔نظم ”ایک لڑکا“ کے تخلیق ہونے کے بارے میں اختر الایمان رقمطراز ہیں:

”میں نے مختصر نظمیں کبھی پلان کر کے نہیں کہیں ہمیشہ چلتے پھرتے کہی ہیں۔ اس کے برعکس طویل نظمیں ہمیشہ پلان کر کے کہی ہیں۔ نظم”ایک لڑکا“پہلی بار میں نے موضوع کے طور پر محسوس نہیں کی تھی تصویر کی شکل میں دیکھی تھی۔ مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہا اور یہ واقعہ ہی اس نظم کا محرک ہے۔“(٦)

نظم کی ابتداءسوانحی احوال سے ہوتی ہے۔ نظم کے پہلے بند سے ہی نظم کے مرکزی کر دار کا تعارف ہو جاتا ہے ایک دیہاتی لڑکے کی چلتی پھرتی تصویر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے یہ لڑکا اپنی تمام تر معصومیت کے ساتھ ایک متحرک وجود کی شکل اختیار کرتے ہوئے ہمیں آم کے باغوں کھیتوں، گلیوں اور میلونمیں، تیتلیوں کے پیچھے بھاگتا ہوا دیکھائی دیتا ہے۔ اختر الایمان نے کمال فنکاری سے بیان کیا ہے کہ یوں لگتا ہے جیسے قاری خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو:

دیارِ شرق کی آبادیوں کے اونچے ٹیلوں پر
کبھی آموں کے باغوں میں ، کبھی کھیتوں کی مینڈوں پر
کبھی جھیلوں کے پانی میں، کبھی بستی کی گلیوں میں
کبھی کچھ نیم عُریاں کم سینوں کی رنگ رلیوں میں
سحر دم جھٹپٹے کے وقت، راتوں کے اندھیرے میں
کبھی میلوں میں ، ناٹک ٹولیوں میں، ان کے ڈیرے میں
تعاقب میں کبھی گُم، تتلیوں کے ، سونی راہوں میں
کبھی ننھے پرندوں کی نہفتہ خواب گاہوں میں(٧)

یہ معصوم لڑکا تتلیوں کے تعاقب اور کم سن حسینوں کے ساتھ رنگ رلیوں میں گم ہو جاتا ہے تومحسوس ہونے لگتا ہے کہ یہ لڑکا اب بچپن سے آگے نکل چکا ہے۔ یعنی جوانی میں قدم رکھ چکا ہے۔ اس لیے ”ہواؤں میں تیرنا، خوابوں میں بادل کی طرح اڑنا“ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اب وہ جوانی میں حسین خواب بھی دیکھنے لگا ہے یعنی یہ لڑکا زندگی اور متعلقات زندگی کے بارے میں جانکاری حاصل کر چکا ہے۔

پہلے بند کو پڑھنے کے بعد ہی قاری محسوس کرتا ہے کہ یہ ”لڑکا“ جو اس نظم کا مرکزی کردار ہے۔ اس کا کردار تخلیقی قوت کا اشاریہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں زاہدہ زیدی لکھتی ہیں:

”اس نظم کے سیاق وسباق میں یہ لڑکا ضمیر انسانیت کا علامیہ نہیں بلکہ تخلیقی قوت کا اشاریہ معلوم ہوتا ہے جس میں ضمیر انسانی کا ایک پہلو بھی تیکھے انداز میں شامل ہوتا ہے۔“(٨)

نظم کے پہلے بند میں ہی اس کردار کی شخصیت ظاہر ہو جاتی ہے وہ لڑکا کرداروں کے درمیان مکالمہ کرنے لگتا ہے کہ یہ لڑکا سائے کی طرح میرا پیچھا کرتا ہے اور بالا آخر مجھ سے پوچھ ہی لیتا ہے کہ اختر الایمان تم ہی ہو۔نظم کے بند کا آخری حصہ:

نظر آتا ہے یوں لگتا ہے جیسے یہ بلائے جاں
مرا ہمزاد ہے ، ہر گام پر ، ہر موڑ پر جولاں
اسے ہمراہ پاتا ہوں، یہ سائے کی طرح میرا
تعاقب کر رہا ہے، جیسے میں مغرور ملزم ہوں
یہ مجھ سے پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو(٩)

نظم کا پہلا بند شاعر کے ماضی کی تصویر کشی کرتا ہے لیکن اب شاعر اس کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے کہ اب وہ اس سے محروم ہے۔ اُس تصویر کو دیکھتے ہوئے شاعر کے سامنے ایک لڑکا آتا ہے۔ جو اُس سے سوال کرتا ہے کہ اختر الایمان تم ہو؟اب اگر چہ اختر الایمان کے حالات

بدل چکے ہیں اور اس کا اندازِ زندگی تبدیل ہو چکا ہے اس لیے اب اختر الایمان کی پہچان کرنا آسان نہیں رہا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر طارق ہاشمی لکھتے ہیں:

”لڑکے کا سوال یہ نہیں کہ وہ اختر الایمان کو پہچانتا نہیں ہے یا اس کے خدو خال سے آگاہ نہیں، لیکن اب اختر الایمان کا طرزِ حیات، طرزِ فکر اور طرزِ معیشت اس قدر بدل چکا ہے اس کا ضمیر ایسے تہذبی عیوب سے اتنا بدل ہو گیا کہ اب اختر الایمان کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔“(10)

نظم ”ایک لڑکا“ کے دوسرے بند میں ہماری ملاقات ایک سمجھدار ، عقل مند، کردار سے ہوتی ہے۔ جو تنقیدی نگاہ رکھنے والا ہے۔ وہ کمال فنکاری سے دوسرے بند کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اقرار کرتا ہے۔ا للہ تعالیٰ کی ربو بیت کا اعتراف بھی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی کو خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کچھ بھی نہیں اس لیے صرف اللہ تعالیٰ کے آگے ہی سر تسلیم خم کرنا ہی باعثِ سکون و نجات ہے۔اُسی نے سورج، چاند، ستارے بنائے ہیں اس نے ہی چٹانوں کو چیر کر دریا نکالے ہیں وہی رات سے دن کرنے والا ہے۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

خدائے عزوجل کی نعمتوں کا معترف ہوں میں
مجھے اقرار ہے اس نے زمیں کو ایسے پھیلایا
کہ جیسے بستر کم خواب ہو ، دیبا و مخمل ہو
مجھے اقرار ہے یہ خیمہ افلاک کا سایہ
اسی کی بخششیں ہیں ، اسی نے سورج چاند تاروں کو
فضاؤں میں سنوارا ، اِک حد فاضل مقرر کی
چٹانیں چیر کر دریا نکالے خاکِ اسفل سے
مری تخلیق کی مجھ کو جہاں کی پاسبانی دی
سمندر موتیوں، مونگوں سے کانیں لعل و گوہر سے
ہوائیں مست کن خوشبوؤں سے معمور کر دی ہیں
وہ حاکم قادرِ مطلق ہے ، یکتا اور دانا ہے
اندھیرے کو اُجالے سے جدا کرنا ہے، خود کو میں
اگر پہچانتا ہوں اس کی رحمت اور سخاوت ہے!(١١)

ان مصروں میں اختر الایمان اپنے پختہ ایمان کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم سب کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ وہی خالقِ کل ہے وہی مالک کائنات ہے۔ وہی تخلیق دو جہاں ہے۔ اللہ کے سوا انسان کچھ بھی نہیں ہے۔نظم کے دوسرے بند کے آخری مصرعوں میں شاعر کے جذبات و احساسات کی تبدیلی واضح نظر آتی ہے:

اسی نے خسروی دی ہے، لیموں کو اورمجھے نکہت
اسی نے یادہ گویوں کو مرا خازن بنایا ہے
تو نگر ہر زہ کاروں کو کیا دریوزہ گر مجھ کو
مگر جب کسی کے سامنے دامن پسارا ہے
یہ لڑکا پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟(١٢)

ان مصرعوں میں اختر الایمان کا کردار بے بسی کا اظہار کرتا ہے حیرت کا گماں بھی ہوتا ہے کہ شاعر غم و غصے کی پرچھائی کی کیفیت کو بھی محسوس نہیں ہونے دیتا، لیکن پہلے تین مصرعوں میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔اس بند کا آخری مصرعہ جو چوتھے بند کے علاوہ کبھی تمام بندوں میں دہرایا گیا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟کہ اب تم وہ اختر الایمان نہیں رہے ہو جو پہلے اللہ پر یقین رکھتا تھا اب تم نے دل میں غیر اللہ کو جگہ دے رکھی ہے مجھے حیرانی ہوتی ہے کہ تم ہی اختر الایمان ہو؟ وہ اختر الایمان یعنی وہ انسان جو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا تھا اللہ تعالیٰ کے آگے ہی سر تسلیم خم

کرتا تھا اب انسان کدھر بھٹک گیا ہے۔نظم کے تیسرے بند میں ا ختر الایمان نے دوسرے بند کے خیالات کو تھوڑی وسعت دی ہے۔نظم کا تیسرا بند:

معیشت دوسروں کے ہاتھ میں ہے میرے قبضہ میں
جز اِک ذہن رسا کچھ بھی نہیں، پھر بھی مگر مجھ کو
خروشِ عمر کے اتمام تک اک بار اٹھاتا ہے
عناصرِ منتشر ہو جانے، نبضیں ڈوب جانے تک
نوائے صبح ہو یا نالہ شب کچھ بھی گانا ہے
کبھی جب سوچتا ہوں اپنے بارے میں تو کہتا ہوں
کہ تُو اِک آبلہ ہے جس کو آخر پھوٹ جانا ہے
غرض گرداں ہوں باد صبح گاہی کی طرح ، لیکن
سحر کی آرزو میں شب کا دامن تھامتا ہوں جب
یہ لڑکا پوچھتا ہے اختر ایمان تم ہی ہو[۱۳]

نظم کے تیسرے بند کے ان چودہ مصرعوں میں اختر الایمان نے اپنی بے بسی اور حیرت، شکایت، غم و غصہ کو دوسرے بند کی نسبت تیسرے بند میں زیادہ شدت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ انہوں نے جس کمال فنکاری سے کرب کو ان اشعار میں بیان کیا ہے کہ قادرِ مطلق کے پاس ہی سب کچھ ہے انسان مجبور محض ہے۔ یہ زندگی ختم ہو جاتی ہے انسان پانی کا بلبلہ ہے۔ آبلے کی طرح ہے جس نے ایک دن پھوٹ جانا ہے۔ اپنے اسی کرب اور دُکھ کو اختر الایمان اپنے ایک انٹرویو میں یوں بیان کرتے ہیں:

”جس طرح آپ روٹی کمانا چاہتے ہیں اس طرح نہیں ملتی بلکہ جو سماج اک اصول ہے اس طرح ملتی ہے۔ خوشامد کرنی پڑتی ہے۔ کبھی لوگوں کے پاس بیٹھنا پڑتا ہے، دن گزارنا پڑتے ہیں ایک مفاہمت کرنی پڑتی ہے اپنے ضمیر اپنے مزاج کے خلاف۔“[۱۴]

نظم کے تیسرے بند میں اختر الایمان نے ایسے کردار کو پیش کیا ہے۔ جو اپنی بے بسی کو بیان کرتا ہے، جبر، اختیار، جوانی بڑھاپے توقعات، محرومی، کسی ایک شے پر بھی اس کردار کا بس نہیں چلتا۔

نظم کے یہ مصرعے محض شاعر کا عمومی زندگی پر تبصرہ ہی نہیں بلکہ اس کے پیچھے شدید دُکھ کا احساس ہے کہ آج انسان اپنی ذات سے کٹ چکا ہے اس نے اپنی پہچان کھو دی ہے اور وہ اس سماج کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود کو اس کے حوالے کر دیتا ہے تو اسی وقت یہ معصوم لڑکا انسان کے سامنے آ جاتا ہے اور شاعر کی ذات و شخصیت کو بچا لیتا ہے۔اختر الایمان نے فنی چابک دستی سے انسان کے ضمیر کو بھی جگانے کی کوشش کی ہے کہ تم وہ انسان ہو جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں لیکن اس کے باوجود تم خود کو مختار سمجھتے ہو یہ تمہاری بھول ہی ہے۔ کیونہ اس دنیائے فانی میں قادرِ مطلق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جو مختارِ کل ہے اُسی کی مرضی کے تابع سب کائنات ہے۔ اُس کی مرضی کے بغیر تو انسان اپنی پلک نہیں جھپک سکتا اس کی مرضی کے بغیر تو پرندے اپنے پنکھ نہیں ہلا سکتے، پتے اپنی جگہ سے سِرک نہیں سکتے تو اے اختر الایمان تم کس پر اِترا رہے ہو۔نظم کے چوتھے اور آخری بند میں اختر الایمان کا لب و لہجہ سخت ہوجاتا ہے۔چوتھا بند ملاحظہ:

یہ لڑکا پوچھتا ہے جب تو میں جھلا کے کہتا ہوں
وہ آشفتہ مزاج، اندوہ پرور، اضطراب آسا
جسے تم پوچھتے رہتے ہو کب کا مر چکا ظالم
اسے خود اپنے ہاتھوں سے کفن دے کر فریبوں کا
اس کی آرزوؤں کی لحد میں پھینک آیا ہوں!
میں اس لڑکے سے کہتا ہوں وہ شعلہ مر چکا جس نے
کبھی چاہا تھا اک خاشاک عالم پھونک ڈالے گا

یہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے
یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے ، دیکھو میں زندہ ہوں!(۱۵)

لڑکے کے مسلسل سوال کرنے پر اختر الایمان یہ رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے غصے سے اس کا جواب دیتا ہے کہ وہ انسان تو کب کا مرچکا ہے میں نے خود اُسے اپنے ہاتھوں سے دفن کر دیا ہے لیکن نظم کے آخری بندی کے آخری دو مصرعوں میں صورتِ حال اچانک تبدیل ہو جاتی ہے اور یہی اس نظم کی خوبصورتی ہےیہ لڑکا مسکراتا ہے، یہ آہستہ سے کہتا ہے یہ کذب و افترا ہے، جھوٹ ہے، دیکھو میں زندہ ہوں۔ اختر الایمان اس لڑکے کی معصومیت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا ہے اپنے غصے کوختم کر دیتا ہے۔

یہ شاعر کی خوبی ہے کہ وہ ذہنی آزادی کو برقرار رکھنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتا ہے اور اپنی شاعری کے آگے جذبات کی معصومیت کو اہمیت دیتا ہے۔ اس طرح شاعر کی ذات مکمل انہدام سے بھی بچ جاتی ہے۔ اس طرح نظم عمدہ اختتام کی طرف پہنچ جاتی ہے اگر نظم میں یہ موڑ نہیں آتا تو شاید اس نظم کو اتنی پذیرائی نہ ملتی جتنی موجودہ شکل میں ملی ہے۔ نظم ’’ایک لڑکا‘‘ کے بارے میں بلراج کو مل رقمطراز ہیں:

’’ایک لڑکا اس لیے بڑی نظم ہے کیونکہ یہ تجسیم کاری سے وہ عظیم کارنامہ سر انجام دیتی ہے جو لاکھ بیانات بھی نہیں کر سکتے۔۔‘‘(۱۶)

نظم’’ ایک لڑکا ’’فکری و فنی بلندیوں کو چھوتی ہوئی نظم ہے اس نظم کے کردار ایک معصوم اور دوسرا بالغ۔ دونوں اپنے کرداروں کو احسن انداز سے نبھاتے ہیں۔ معصوم لڑکا پوری نظم میں انسان کا یعنی بالغ کردار کا پیچھا کرتا رہتا ہے اور پوچھتا رہتا ہے کہ تم کون ہو۔ ایک ’’لڑکا‘‘ مجسم زندگی ہے۔ یہ شاعر کے ضمیر کا استعارہ ہے۔فضیل جعفری رقمطراز ہیں:

’’ان کی مشہور نظم’’ایک لڑکا‘‘ان کی ایسی ہی کامیاب ترین اور موثر ترین نظموں میں سے ہے اور یہ لڑکا دراصل نظم کی آواز یعنی خود شاعر کی اپنی ذات اور اس کے ضمیر کا استعارہ ہے۔‘‘(۱۷)

نظم ’’ایک لڑکا‘‘ فن کاشاہکار نظم ہے۔ اس نظم میں اختر الایمان نے انسان کو علامت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تشبیہات و استعارات کے استعمال نے نظم کے حسن کو چار چاند لگا دیئے ہیں محاکات نگاری اس نظم کی خاص خوبی، منفرد شعری اسلوب اور لب و لہجہ رکھنے والی یہ نظم اپنے اندر بڑی گہرائی رکھتی ہے۔ اس نظم کا علامتی طرزِ احساس ڈرامائی طرزِ اظہار سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ پوری نظم میں بیان کا تسلسل ہے، کوئی ایک مصرعہ بھی بے ربطی کا شکار نہیں۔ اس نظم میں الفاظ کے عمدہ چناؤ پر بھی خاطر خواہ توجہ دی گئی۔ استفہامیہ انداز اپنائے یہ نظم اپنے اندر بہت سے بھید چھپائے ہوئے ہے۔

نظم ’’ایک لڑکا‘‘ میں منظر نگاری عروج پر ہے اختر الایمان نے نظم میں اس انداز سے محاکات نگاری کی ہے کہ قاری کو محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ اُس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے کسی کیمرہ مین کی طرح اختر الایمان نے ایک ایک منظر کوCapture کیا ہے جیسا کہ ان مصرعوں سے ظاہر ہو رہا ہے:

نظم ’’ایک لڑکا‘‘ پہلا بند محاکات نگاری کی بہترین مثال:

دیارِ مشرق کی آبادیوں کے اونچے ٹیلوں پر
کبھی آموں کے باغوں میں، کبھی کھیتوں کے مینڈوں پر
کبھی جھیلوں کے پانی میں کبھی بستی کی گلیوں میں
کبھی کچھ نیم عریاں کم رستوں کی رنگ رلیوں میں
سحر دم جٹھپٹے کے وقت ، راتوں کے اندھیرے میں
کبھی میلوں میں، ناٹک ٹولیوں میں، ان کے ڈیرے میں(۱۸)

اختر الایمان نے بہت خوبصورتی سے آموں کے باغوں، کھیتوں، جھیلوں، رنگ رلیوں، ناٹک ٹولیوں کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے ایسی منظر کشی کی ہے کہ کمالِ فن ہے۔

اختر الایمان نے نظم ’’ایک لڑکا‘‘ میں فلیش بیک کی تکنیک بھی استعمال کی ہے اور وہ ماضی کی یادوں میں کھو جاتا ہے۔ ماضی کی یادیں ہی انسان کے لیے سرمایہ حیات ہوتی ہیں وہ ماضی کے ساتھ ہی حال اور مستقبل کو ساتھ لے کے چلتا ہے اگر ماضی کو بھلا دیا جائے تو انسان کبھی بھی حال اور مستقبل میں خوشی خوشی سفرِ زیست طے نہینکر پاتا۔ ماضی سے جڑے رہنا اس بات کی علامت ہے کہ انسانی فطرت میں یہ بات شامل ہے کہ انسان اپنوں کو یاد رکھتا ہے۔ خواہ وہ یاد ہو یا انسان ہو۔

نظر آتا ہے یوں لگتا ہے، جیسے یہ بالائے جاں
مرا ہمزاد ہے ، ہر گام پر ، ہر موڑ پر جولاں
اسے ہمراہ پاتا ہوں، یہ سائے کی طرح میرا
تعاقب کر رہا ہے، جیسے میں مفرور ور ملزم ہوں
یہ مجھ سے پوچھتا ہے اختر الایمان تم ہی ہو؟(۱۹)

اختر الایمان اس نظم کے ذریعے اپنے بچپن کا واقعہ بھی سناتا ہے۔ جو اس نظم کو لکھنے کا محرک ثابت ہوا اس لیے وہ خوبصورتی سے فلیش بیک کا سہارا لیتے ہوئے اپنے بچپن میں لے جاتا ہے۔ وہ معصوم کردار بھی شاعر کے تعاقب میں ہے اور ماضی میں لے جانے کے لیے شاعر کو تیار کرتا ہے۔

مجموعی طور پر جائزہ لیا جائے تو نظم ’’ایک لڑکا‘‘ خوبصورت طویل نظم ہے فکری و فنی اعتبار سے فن کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی نظم ہے موضوع کی گہرائی لیے ہوئے انسانی کرداروں کے احساسات کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ علی سردار جعفری نے بہترین اسلوبِ بیاں سے فرد کے ہمہ پہلو ارتقائی سفر کو بیان کیا ہے۔موسیقیت و غنائیت سے لبریز یہ نظم اپنے اندر دلکشی کا پہلو سموئے ہوئے ہے۔ ماضی کی یادوں کی اہمیت کا اندازہ بھی اس نظم سے بخوبی ہوتا ہے۔ بچپن کے زمانے کی یادداشت کی سرگوشیاں بھی نظم میں نہایت دل آویز انداز میں سنائی دیتی ہیں۔ الغرض یہ طویل نظم اختر الایمان کے سرمایہ شعری کی لازوال نظم ہے۔

حوالہ جات

1. محمد آصف زہری، **اختر الایمان کی دس نظمیں تجزیاتی مطالعہ**، نئی دہلی: ۲۰۱۰ء،ص۱۲
2. روشن اختر کاظمی، ڈاکٹر، **اُردو میں طویل نظم نگاری کی روایت اور ارتقاء**، نئی دہلی: ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۸۳ء، ص۲۱۸
3. ابو الکلام قاسمی، **اختر الایمان کا طنز، اسلوب اختر الایمان، مقام**، مرتبہ؛ ڈاکٹر محمد فیروز،ص ۱۱۸
4. باقر مہدی، **اختر الایمان، عکس اور جہتیں**، مرتبہ؛ شاہد ماہلی، دہلی: معیار پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص ۲۰۸
5. اختر الایمان، **یادیں**، دہلی: سٹار پبلیکشنز، ۱۹۱۶ء،ص: ۲
6. اختر الایمان، **کلیات اختر الایمان**،مرتبہ: سلطان ایمان بیدار بخت،دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۰ء، ص۲۸
7. ایضاً،ص ۲۶۰
8. زاہد زیدی،اختر الایمان کی شاعری کا معیار،مشمولہ: **اختر الایمان عکس اور جہتیں**، دہلی: ۲۰۰۰ء،ص۴۷
9. اختر الایمان،**کلیات اختر الایمان**، ص ۲۶۲
10. طارق ہاشمی، ڈاکٹر، **جدید نظم کی تیسری جہت**،فصیل آباد: شمع بکس پبلشرز، ۲۰۱۳ء، ص ۱۲۸
11. اختر الایمان،**کلیات اختر الایمان**، ص ۲۱۶
12. ایضاً،ص: ۲۱۶
13. ایضاً
14. انٹرویو، اختر الایمان، آصف فرخی، تعارف: ذاتی حالات، دہلی: ماہنامہ آجکل، نومبر ۱۹۸۰ء،ص ۶۸
15. اختر الایمان،**کلیات، اختر الایمان**، ص ۲۶۲
16. بلراج کومل،"اختر الایمان کی شاعری کا ایک مطالعہ"،مشمولہ: **آج کل** ،ادبی ماہ نامہ، نئی دہلی:۱۹۹۲ء،ص ۳۲
17. فضل جعفری، "اختر الایمان کی نظم ایک لڑکا، مشمولہ:**اختر الایمان عکس اور جہتیں**، دہلی: شاہد ماہلی معیار پبلشرز، ۲۰۰۰ء، ص ۳۰
18. اختر الایمان، **کلیاتِ اختر الایمان**،ص ۲۶۰
19. ایضاً،ص ۲۶۲